مکتوبِ جرمنی

{ذیل میں ایک خط اور ایک طویل مراسلہ درج کیا جا رہا ہے جو حال میں ہم کو جرمنی سے وصول ہوا ہے۔ صاحبِ مکتوب کی اپنی خواہش بھی یہ ہے کہ ان کے اس مراسلے کو شائع کیا جائے، اور ہم خود بھی یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ اسے ان سب لوگوں تک پہنچا دیا جائے جو اشاعتِ دین سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ اس مراسلے میں بڑی خوبی کے ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ دو لڑائیوں میں شکست کھانے کے بعد اس وقت جرمن قوم کس حالت میں ہے اور اس کے اسلام سے متأثر ہونے کے امکانات کس حد تک روشن ہیں۔ جماعت اسلامی دل سے چاہتی ہے کہ عبدالرحمن ردسلر صاحب اور ان کی حزبِ اسلامی کو اسلام سے متعلق مفید لٹریچر فراہم کر کے دے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس وقت تک ہمارے لٹریچر کے انگریزی تراجم کا خاطر خواہ انتظام نہیں ہو سکا ہے۔ اگر کچھ خدا کے بندے اس خدمت کے لئے آگے بڑھیں اور انگریزی تراجم کی اشاعت میں ہماری قلمی اور مالی اعانت کریں تو انشاء اللہ نہ صرف جرمن قوم تک، بلکہ دنیا کی دوسری قوم تک بھی دینِ حق کا پیغام پہنچانے کے لئے بہت کچھ کیا جا سکتا ہے}

جناب سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی السلام علیکم

برادرِ اسلام! میں انتہائی مسرت اور گہرے جذبۂ احترام کے ساتھ آپ کی تازہ ارسال کردہ اسلامی کتابوں کی وصولی کی اطلاع آپ کو دیتا ہوں۔ یہ کتابیں صرف میرے لئے ہی نہیں بلکہ یہاں ہم سب کے لئے غایت درجہ دلچسپ مفید اور قابلِ قدر ہیں۔ میں اپنی جماعت کی طرف سے آپ کی اس عنایت کا انتہائی مخلصانہ شکریہ ادا کرتا ہوں۔

مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ فی الواقع جرمنی میں اشاعتِ اسلام سے دلچسپی رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ آپ کے خیالات و افکار یہاں کے لوگوں تک پہنچیں۔ چنانچہ میں اس خط کے ساتھ آپ کی رہنمائی کے لئے اس ملک کے حالات کی ایک روداد بھیج رہا ہوں جس سے آپ کو اندازہ ہو سکے گا کہ ہمیں اپنے عزیز اسلامی مقاصد کے لئے یہاں کس صورتِ حال کا مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے۔

میں آپ سے یہ درخواست کرنے کی بھی جرأت کرتا ہوں کہ آپ اپنے ذاتی ارشادات سے بھی ہمیں نوازیں کیونکہ ہمارے کام میں آپ کی شخصی اور مخلصانہ دلچسپی ہمارے لئے ممنونیت کا باعث ہوگی۔ اسی طرح یہ بھی ایک امر واقعہ ہے کہ میں یہی باہمی روابط کو بڑھانے کے لئے ہر سعی کرنے کے لئے تیار ہوں، بلکہ فی الحقیقت آپ مجھے یہاں اپنا نمائندہ شمار کر سکتے ہیں۔ آپ یقین کریں کہ اسلام سے متعلق آپ کی تجاویز اور معلومات کو بڑے وسیع اور با اثر حلقوں کے اندر بعینہ پوری دیانت اور غیر جانبداری کے ساتھ پیش کیا جائے گا۔ اور یہ سب کچھ اس اسلامی اخوت کی بنا پر ہوگا جس کے لئے ہم اخلاص کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔

میں آپ کی طرف سے جلد جواب آنے کی توقع رکھتا ہوں اور خلوص، شکریہ اور احترام کے جذبات پیش کرتا ہوں۔

المخلص فی الاسلام

عبدالرحمٰن روسلر

[جس روداد کا اوپر کے خط میں حوالہ دیا گیا ہے وہ حسب ذیل ہے]

حزب اسلامی ہمبرگ

سنہ ۱۹۴۵ء میں جرمنی کی شکست کے فوراً بعد مسٹر عمر شوبرٹ (OMAR SCHU BERT) مسٹر عبدالرحمٰن روسلر (RÖSELER) اور دوسرے مسلمان رفقا کی جدوجہد کے نتیجے میں ہمبرگ کی 'حزب اسلامی' کی دوبارہ تنظیم ہوئی۔ ۳۱- جنوری سنہ ۱۹۵۰ء کو اسے حکومت نے سرکاری طور پر تسلیم کر لیا اور اس تحریک نے باقاعدہ طور پر اپنے نصب العین کے لئے کام کرنا شروع کر دیا۔ کام کی تفصیل درج ذیل ہے۔

سب سے پہلے یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ 'حزب اسلامی' کا مسلمانوں کے کسی خاص فرقے سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ اس کے سامنے اسلام کا کوئی محدود تصور ہے، جیسا کہ آگے ذکر آئے گا 'حزب اسلامی' کا دنیا کے ہر مسلمان سے اور ہر اس شخص سے جو اسلام سے دلچسپی رکھتا ہو، یکساں تعلق ہے۔ ہماری مخلصانہ اسلامی محبت واخوت عالمگیر، عمومی، دائمی، مستحکم، سچی اور بے لوث ہے۔ ہم اپنے اللہ کے اطاعت گزار ہیں اور اس کی حمد و ستائش کے ساتھ ہم اس کی پوری کائنات اور مخلوق کے ساتھ یکساں محبت رکھتے ہیں، متعدد اسلامی اداروں سے ہمارے

مضبوط اور محبت آمیز روابط ہیں۔ ہم اُن کے قابلِ احترام اسلامی تصورات کا یکساں طور پر دلی خیر مقدم کرتے ہیں اور انھیں ان کی اصلی اور صاف ستھری صورت میں ایک باوقار دینی دسترخوان پر چُن دیتے ہیں جہاں سے ہر شخص اُن سے استفادہ کر سکتا ہے اور بذاتِ خود اسلام کی عظمت کا مشاہدہ کر کے اس حقیقت کو پہچان سکتا ہے کہ ان جملہ تصورات میں ایک ہی خالص، غیر فانی اور حیات بخش روح موجود ہے ــــــــــ وہی روح جو ہر ایک مومن صادق کے دل میں زمان و مکان کی قید سے بے نیاز ہو کر جاری و ساری ہے۔

۱۔ مسٹر عمر شوبرٹ ۲۔ فروری ۱۹۰۵ء کو برلن میں پیدا ہوئے۔ ۱۲۔ فروری ۱۹۳۰ء کو عقلی دلائل سے مطمئن ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ آپ کو 'حزب اسلامی' کا صدر منتخب کیا گیا۔ کیونکہ آپ نے اسلام کا گہرا مطالعہ کیا تھا اور حزبِ اسلامی کے امورِ داخلی و خارجی کو نہایت عمدہ طریقے سے منظم کیا تھا۔ آپ نے انتہائی خطرات کے مواقع پر اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر تعلق باللہ کا ثبوت بہم پہنچایا۔ آپ کا وسیع حلقۂ احباب پوری دنیا پر پھیلا ہوا ہے۔ حکمت دین اور اسلامی تاریخ سے آپ کو خاص شغف ہے۔ کئی مقالوں کے مصنف ہیں اور چیدہ حاضرین کے مجمعوں میں انھوں نے بارہا اسلامی موضوعات پر تقریریں کی ہیں۔ آپ کی زندگی کلیۃً خدمتِ دین کے لئے وقف ہے۔

۲۔ مسٹر فرانز ایرک عبدالرحمٰن روسلر (MR. FRANZ ERICH ABDURRAHMAN RÖSELER) ۵۔ اپریل ۱۹۲۱ء کو ہمبرگ میں پیدا ہوئے۔ جون ۱۹۴۰ء میں باقاعدہ طور پر دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ چودہ سال کی عمر میں انھوں نے ایک اہم خواب دیکھا جس میں انھیں اشارہ ہوا کہ وہ اسلام کے مشن کے حامل ہیں۔ آخر کار انھوں نے اس مقصد کے لئے اپنے آپ کو بالکل فارغ اور یکسو کر لیا۔ دین کی خاطر یہ بھی کئی مرتبہ جان پر کھیل چکے ہیں۔ اپنے اوصاف اور صلاحیتوں کی بنا پر ان کو حزبِ اسلامی کا نائب صدر اور باقاعدہ نمائندہ تجویز کیا گیا۔ ان کی خاص ذمہ داری یہ ہے کہ وہ امورِ خارجہ کے نگران ہیں۔ اُن کے بارے میں کچھ معلومات میر لائق علی صاحب آپ کو دے چکے ہیں جس کے لئے ہم اُن کے ممنون ہیں۔ روسلر صاحب ایک مانے ہوئے عالم دین اور خطیب ہیں۔ جرمنی کی انجمن مصنفین کے رکن ہیں۔ اُن کے دینی مقالے اورینٹل پوسٹ، برلن اور اسلامک ریویو، انگلینڈ میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ وہ نیچرل ایسوسی ایشن کلچر کے بھی رکن ہیں اور اصولِ دین کو علوم سائنس پر منطبق کرنے میں خاص مہارت رکھتے ہیں۔ تمام غیر ملکی مراسلت کے انچارج وہی ہیں۔ حزبِ اسلامی کے دار الضیافہ میں جتنے استقبالات، دعوتیں، اجتماعات اور خطابات

ہوتے ہیں اُن کا انتظام انھی کے سپرد ہے۔ یہ مہمان خانہ ٹریمز بیوٹل (TREMSBUTTEL) کے قصر میں قائم کیا گیا ہے۔ جو شمالی جرمنی کے خوبصورت ترین اور خوش منظر ترین قصروں میں سے ایک ہے اور اپنے قدیم رومانوی پارک کی وجہ سے خاص طور پر مشہور ہے۔ بارگٹے ہائڈ (BARGTEHEIDE) میں اُن کا ایک عمدہ مکان اور باغ ہے۔

مسٹر عمر شوبرٹ اور مسٹر عبدالرحمٰن روسلر کی سالہا سال کی دیرینہ رفاقت ہے۔ وہ ہمیشہ مل کر کام کرتے رہے ہیں۔ اُن کے برلن مسجد سے دوستانہ روابط تھے۔ جب 'حزبِ اسلامی' کی تنظیم مستحکم ہوگئی تو برلن مسجد سے روابط اور گہرے ہوگئے اور برلن مسجد کے تعاون سے اس امر پر اتفاق ہوگیا کہ عمر شوبرٹ ہیمبرگ کے دفاتر کے ناظم رہیں اور عبدالرحمٰن روسلر برلن مسجد کی جمعیتِ مسلمین اور یونیورسل اسلامک یونین (اسکندریہ) کی مقامی شاخ کے ڈائرکٹر رہیں اور انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کے لٹریچر کی اشاعت کے ذمے دار رہیں۔ اس کام میں مزید توسیع کی توقع ہے۔ اسلام کے لئے ہماری متحدہ مساعی کو اس تعاون سے بے حد فائدہ پہنچا۔ برلن مسجد اپنے خاص حالات کی وجہ سے اپنے کام کو صرف برلن کے تنہا شہر میں ہی مرتکز کر سکی ہے۔ اس کے مقابلے میں ہم پورے مغربی جرمنی میں پُرخلوص سرگرمی اور امکانی حد تک بہترین ذرائع کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ باہمی امداد اور مشوروں سے اس کام کو اور زیادہ تقویت پہنچ رہی ہے۔

جرمنی کی موجودہ ذہنی کیفیت

ماضی قریب اور ماضی بعید کے ہنگامہ خیز واقعات نے یہاں ذہنوں پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں جو ابھی تک پورے طور پر محو نہیں ہو سکے ہیں۔ ان واقعات میں سے اہم ترین گزشتہ دو عالمگیر لڑائیاں ہیں جن میں سے دوسری ابھی ۱۹۴۵ء میں ختم ہوئی ہے۔ اس کے بعد بدحالی، اخلاقی بے راہروی، عدم تحمل، چالبازی، بہتان تراشی، بے انصافی، ظلم وستم، خودکشی، قتل وغارت، چوری، بے ضمیری، سوئے ظن، خود غرضی، بے دینی اور خدا وخلق سے بیزاری کا دور دورہ ہوگیا۔ اجتماعی نظربندی کے کیمپ وجود میں آئے جہاں لاکھوں مرد عورتیں اور بچے قتل کر دیے گئے یا اپاہج اور بیکار بنا دیے گئے۔ بیماری اور موت چاروں طرف منہ کھولے پھرتی تھی۔ لاکھوں پناہ گزین اپنی املاک کھو دینے کے بعد بمباریوں سے جلی بھنی ہوئی آبادیوں میں زندگی اور موت کی کشمکش میں

مبتلا تھے۔ ضروریاتِ زندگی پر کنٹرول تھا مگر فراہمی و رسد کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اخلاقی گراوٹ نے ان حالات میں چوربازاری اور دیگر اخلاقی جرائم کو جنم دیا۔ نوجوان نسل جو باطل مگر دلفریب نظریات کی شدت سے معتقد تھی اپنی غلطیوں کے انکشاف کے بعد مہلک ذہنی صدمے سے دوچار ہوئی۔ مگر ان تلخ شواہد کے باوجود بعض ابھی تک اپنی غلط روی کو تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہیں۔

مغربی جرمنی کی ریاست کے قیام تک کے حالات

جب جنگ ختم ہوئی تو جرمنی عملاً مغربی اور مشرقی دو باہم مخالف خطوں میں بٹ چکا تھا۔ اس تقسیم کو اب قطعی تصور کیا جاسکتا ہے۔ مغربی جرمنی پہلے ہی گنجان آباد تھا۔ اب یہاں مشرقی جرمنی کے پناہ گزینوں کی درآمد کا بھی تانتا بندھ گیا۔ اشیاء کے کنٹرول، نایابی اور چوربازاری کا وہی عالم تھا۔ زرِ کاغذی کی گردش میں مسلسل اضافہ اور قیمت میں مسلسل تخفیف ہوتی چلی گئی۔ بے شمار لوگ بے روزگار ہو گئے۔ لولے، لنگڑے، بیمار، بھکاری، مصیبت زدہ بچے اور بوڑھے لکھوکھا کی تعداد میں مارے مارے پھر رہے تھے۔ نہ ان کا گھر بار تھا، نہ اعزہ و اقربا تھے، نہ رہنے کی کوئی جگہ تھی اور نہ کرنے کو کوئی کام تھا۔ ان کے پاس اپنے کوئی ذرائع نہ تھے اور دوسروں کی مدد کو وہ تامل اور تردد کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ وہ بڑے بڑے شہروں کے تاریک کھنڈرات میں بھٹکتے ہوئے اب تک ایک انتہائی غیر متعین اور بھیانک مستقبل کے منتظر ہیں۔ یہ ہمارا تشویشناک ترین قومی مسئلہ ہے۔ بڑے بڑے کارخانوں کو توڑ دیا گیا ہے۔ باشندوں کو غیر نازی بنانے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کے ردِ عمل میں نئی پارٹیاں وجود میں آئی ہیں جو باہم گرم پیکار رہیں۔

اس کے بعد سکے کی قیمت میں کمی (DEVALOATION) واقع ہوئی اور مارکٹ کچھ سہارا پاکر آزاد ہو گئی۔ ہر ایک چیز بآسانی دستیاب ہونے لگی۔ زندگی کے ظاہری آثار نمودار ہونے لگے۔ لیکن طبیعتیں جو مصائب کی عادی ہو چکی تھیں وہ ان تغیرات کو بآسانی نہ اپنا سکیں۔ غالباً اسی وجہ سے تفریح اور دل لگی کے عجیب و غریب اور بعض اوقات بڑے مکروہ طریقے ایجاد ہوئے۔ چنانچہ اب بھی اُن جگہوں پر لوگوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے جہاں یہ نام نہاد "مفرحات" پیش کئے جاتے ہیں۔ اس میں بڑی حد تک اُن زرِاندوزوں کا ہاتھ ہے جن کا انتہائی زور اس امر پر صرف ہو رہا ہے کہ دیرینہ روایات کو ملیامیٹ کر دیا جائے لیکن یہ ایک عارضی صورت حال ہے اور

توازن واعتدال اور نئے مقاصد اور نصب العین کی تلاش کے آثار نظر آنے لگے ہیں، اسی تلاش میں قدیم اقدار کو بھی مضبوطی سے تھامنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ تلاشِ حق کے لئے یہ گرم جوشی اور ولولہ اگرچہ ابھی ایک مبہم اور غیر معین صورت میں ہے تاہم اس کی قوت اور اس کے خلوص کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ چونکہ اس وقت جرمن ریاست کی تعمیرِ نو کا مرحلہ درپیش ہے اور ایک نوخیز قوم کے دوبارہ احیاء کا آغاز ہو رہا ہے، اس لئے اس وقت نئی اقدار کے قبول کئے جانے کا زیادہ امکان ہے۔ جرمنوں کی یہ آمادگی اور یہ میلان اتنا نمایاں ہے کہ دنیا کی تمام قوتیں اس سے استفادہ کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ چنانچہ یورپ والوں کا یورپ ہاؤس، امریکہ والوں کا امریکہ ہاؤس اور انگریزوں کا برج (BRIDGE) موجود ہے جہاں پر یہ لوگ اپنے تہذیبی تصورات کو نوعمر اور مشتاق حاضرین کے سامنے پیش کرتے رہتے ہیں۔ ان اداروں کے ساتھ دارالمطالعے اور لائبریریاں موجود ہیں، جہاں گانوں، تقریروں، مباحثوں، فلمی تصویروں اور نمائشوں کا انتظام کیا جاتا ہے۔ ان اداروں میں سے اکثر کو تقویت نوجوانوں ہی کے ذریعے سے ہوتی ہے۔ فطرت کا قاعدہ ہے کہ غنچے روشنی کی سمت ہی اگتے اور کھلتے ہیں اس میں بھی شک نہیں کہ پرانی اقدار چونکہ مغلوب ہو چکی ہیں اور بہر حالت میں صحیح ثابت نہیں ہوئیں، اس لئے جوان نسل شکی مزاج ہو گئی ہے اور نئی اقدار جو مختلف گوشوں سے اُن کے سامنے پیش کی جا رہی ہیں اُن کے بارے میں بڑی چھان بین کی جاتی ہے۔

موجودہ ذہنیت دنیا کے تازہ ترین واقعات نے ہر شخص کے ذہنی جوہر کو، جیسا کچھ بھی وہ اس میں تھا، بالکل بے نقاب کر دیا ہے۔ ذہنی فضا میں سے اس وقت سب سے نمایاں خصوصیت "خوف" ہے ــــ اس کا خوف کہ کہیں نئی جنگ نہ چھڑ جائے، کہیں تہذیبی، سیاسی اور معاشی حالات پہلے سے بدتر یا بالکل ابتر نہ ہو جائیں، کہیں تازہ مقاصد تک رسائی میں پھر ناکامی نہ ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی خدا کا وجود ہی نہ ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہر چیز ایک اندھے بہرے ارادے کے رحم وکرم پر ہو۔ ایسے ہی جذبات کی بنا پر خودکشی کے واقعات آئے دن رونما ہو رہے ہیں۔ دورانِ خون کی زیادتی، حرکتِ قلب کا یکایک بند ہو جانا، اعصابی تکالیف، ہسٹیریا اور اسی قسم کے دوسرے امراض نہایت کثرت سے پھیل رہے ہیں۔ اس کی اصل وجہ وہی "خوف" اور "ہول" ہے جو مختلف صورتوں میں دلوں پر طاری ہے۔ بہت سے لوگ تند مزاج، قنوطی یا بے حس ہو جاتے ہیں۔ بعض

لوگ ہر چیز کا انکار کرنے لگتے ہیں۔ بعض اپنے نظریہ ہائے حیات کے کھوکھلے پن کو ذہن سے محو کرنے کے لئے مختلف کاموں میں شدتِ انہماک سے حصہ لیتے ہیں اور تھوڑے تھوڑے وقفوں کے بعد ایک ہیجان انگیز مشغلے کو چھوڑ کر دوسرے کو اختیار کرتے رہتے ہیں، کہ کہیں زندگی کی کسی ایسی تلخ حقیقت سے دوچار نہ ہونا پڑے جس کے مقابلے میں وہ اپنے آپ کو بے بس پائیں۔ اُن کا یہ رویہ بعض مرتبہ اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور ان کے ذہنی نشوونما کو بہت صدمہ پہنچتا ہے اور اس میں ترقی کے بجائے تنزل شروع ہو جاتا ہے اگرچہ لوگ حق کی روشنی کے لئے بےتاب ہیں لیکن ان میں سے بہت کم ایسے ہیں جو الہامی اقدار کا علم رکھتے ہوں۔

جرمنی کے کلیساؤں کی موجودہ حالت

کلیسا اپنے اپنے ریوڑ کی منتشر اور سرکش بھیڑوں کو باڑوں کے اندر رکھنے کے لئے پورا زور صرف کر رہے ہیں۔ سوائے چند مستثنیات کے لوگ چرچ میں کسی ذہنی اور عقلی وابستگی کی وجہ سے نہیں بلکہ روایاتی بندھنوں کی وجہ سے آتے ہیں۔ باضابطہ عیسائی کہلانے والوں میں سے بھی بہت کم ایسے ہوں گے جو وجودِ باری اور مذہب کے بارے میں اپنے عقائد کو کسی کے سامنے دلائل سے صحیح ثابت کر سکیں۔ میں نے یہ کبھی بھی نہیں سنا کہ کسی پادری نے لوگوں کے سامنے ایسے دلائل کی وضاحت کی ہو۔ بائبل کے اقتباسات کو وہ روایتی انداز میں بار بار پڑھتے رہتے ہیں لیکن اپنی تبلیغ کا آغاز ہمیشہ اس غلط مفروضے سے کرتے ہیں کہ ان کے سامعین خدا پر پختگی یقین رکھتے ہیں اور بائبل کو خدا کا واحد کلام سمجھتے ہیں۔ میں اس طرح کے وعظوں میں خود حاضر ہوا ہوں۔ اُن کا انداز استدلالی نہیں بلکہ تحکمانہ ہوتا ہے اور سننے والوں کا ذہن کبھی اس سے مطمئن نہیں ہوتا۔ ایک تازہ چرچ کانفرنس میں اربابِ کلیسا نے بلا تامل یہ تسلیم کیا ہے کہ باقاعدہ عیسائیوں اور کلیسا میں حاضری دینے والوں میں سے صرف چند فی صد ایسے ہیں جنھیں صحیح معنوں میں مسیحی شمار کیا جا سکتا ہے۔ پادری اس صورتِ حال کی تبدیلی اور عیسائیت کے احیاء کے لئے کوشاں ہیں۔ شمالی جرمنی میں (EVANGELICAL CHURCH) کسی حد تک اظہارِ رائے کی آزادی دیتا ہے۔ چنانچہ اس کے پیرو کھلم کھلا "کلیسائیت" سے بیزاری کا اعلان کر رہے ہیں۔ وہ یہاں تک کہتے ہیں کہ "ہمیں اس کا یقین نہیں کہ پادری جن نظریات کی ہم کو تبلیغ کرتے ہیں آیا وہ خود بھی ان پر ایمان رکھتے ہیں یا نہیں!" نوجوان خصوصاً مسیحی تصورات کے بارے میں شک میں مبتلا

ہیں۔ یہاں سب سے زیادہ افسوسناک چیز یہ ہے کہ جب روایاتِ قدیمہ پر مبنی اعتقاد متزلزل ہوتا ہے اور کوئی نیا عقیدہ اس کی جگہ نہیں لیتا تو ایک خطرناک خلا پیدا ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں یا تو آدمی متروک روایات پر ایمان رکھنے کا جھوٹا دعویٰ کرتا ہے جو ریاکاری اور نفاق پر مبنی ہوتا ہے یا زیادہ دیانتداری سے اُن روایات کو جھٹلا دیتا ہے اور اس حالت میں نہ اسے کوئی نئی روشنی نصیب ہوتی ہے اور نہ وہ پُرانی تاریکیوں کو قبول کر سکتا ہے۔ جنوب مغربی جرمنی کا رومن کیتھولک چرچ اپنے پیرووں پر نسبتہً زیادہ اثر رکھتا ہے حالانکہ اُس کے معتقدات دلائل وحقائق سے بعید تر ہیں۔ یورپ اور اُس کے نائبین عظیم جلسہ بازیوں، ہنگامہ پرستیوں اور غوغا آرائیوں سے اپنے گلوں کو مجتمع کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حال ہی میں مقدس سال کا اہم ترین فرمان اس واقعہ کے بارے میں جاری کیا گیا ہے کہ مریم ——— مادرِ خدا ——— اپنے جسد و روح کے ساتھ بنفسِ نفیس خدا کے ہاں تشریف لے گئی ہیں۔ جب اس کے متعلق فلمی مناظر یہاں ہیمبرگ میں دکھائے جا رہے تھے تو لوگ ان کا علانیہ مذاق اڑا رہے تھے۔ بہرحال ان فلموں میں ہزاروں آدمیوں کے مجمعے یورپ کے محل کے سامنے فرمان کے منتظر سمعاً وطاعۃً کھڑے دکھائے جاتے ہیں۔ کیتھولک چرچ کی پشت پر EVANGELICAL CHURCH کی نسبت مضبوط تر اسناد و روایات ہیں اور اُس کے بہت سے پیرو اُن سے نسلی اور موروثی وابستگی رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود دونوں کے سامنے یکساں قسم کی مشکلات ہیں۔ بس اتنا ہے کہ بہت سے لوگ اپنے خالق سے رابطہ قائم کرنے کا واحد وسیلہ کلیساؤں کو سمجھتے ہیں اس لئے وہ اسے تھوڑی بہت تسکین کا ہی ذریعہ سمجھ کر اس سے پیوستہ ہیں ورنہ کلیسا ذہنی طمانیت اور تربیتِ اخلاق کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ اس کے پیرووں میں اضافے کا انحصار فقط توالد و تناسل پر ہے۔ میں نے کبھی نہیں سنا کہ مشنریوں نے صحیح معنوں میں یہاں کوئی کام کیا ہو۔ اپنے نام لیواؤں، اور اُن میں سے خصوصاً نوجوانوں کو سمیٹ کر رکھنے کے لئے کلیسا خاص طور پر موسیقی کلب، سیر و سیاحت، تفریحی دوروں اور پارٹیوں کا انتظام کرتے ہیں۔ اب 'مذہبی فلموں' کو بھی آزمایا جا رہا ہے۔ ان فلموں کی بنا کسی تازہ ایمانی کیفیت پر نہیں ہوتی بلکہ پرانے مذہبی افسانوں پر ہوتی ہے اُن سے قطعاً یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ ایمان اور ایمان کی کوئی متعین صورت انسان کے لئے ضروری ہے۔ نوجوان خدا کے وجود کے لئے دلائل و شواہد چاہتے ہیں۔ وہ ذاتی تحقیق اور اطمینان کے واسطے سے ایمان کی دولت حاصل کرنا

چاہتے ہیں۔ وہ ان حدود و قیود سے متنفر ہیں جو کلیساؤں نے دوسرے مذاہب کے خلاف قائم کر رکھی ہیں۔ وہ خدا کے نام پر تحزّب، فرقہ بندی اور عدم رواداری سے متنفر ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ مذہب اور سائنس، خالق اور مخلوق میں کامل رفاقت ہو۔ وہ تمام انسانوں سے محبت اور تعاون علی البر کا رویہ رکھنا چاہتے ہیں۔ چونکہ کلیسا ان کے سامنے یہ نصب العین نہیں رکھتے اور اس کے ساتھ اس کے بھی مدعی ہیں کہ صرف انھی کے پاس ان مسائل کا صحیح جواب ہے، اس لئے طالبینِ حق چرچ اور اس کے خداؤں سے دور بھاگتے ہیں، درانحالیکہ اُن کے اندر اپنے خدا کی خالص طلب موجود ہوتی ہے۔

خلاصۂ بحث

جرمنوں کی اکثریت میں خصوصاً ان کی نوجوان نسل میں اگرچہ اس وقت تمام سلبی اور منفی عوامل کارفرما ہیں، تاہم ان کے اندر ایک نئے نصب العین کی شدید طلب اور جستجو موجود ہے ــــ ایک ایسا نصب العین جو انھیں طمانیت، مسرت اور مقدس فرائض کی انجام دہی میں محو کر دے۔ وہ خالق کائنات تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ وہ ایک صحت مند اور متوازن زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اپنے باطنی اور روحانی قویٰ کے فطری نشوونما کے خواہش مند ہیں۔ وہ حقائق کا سبق آموز مطالعہ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ پیش قدمی کے لئے ہموار اور پختہ زمین کی تلاش میں ہیں۔ اپنوں میں سے یا اغیار میں سے جو کوئی بھی انھیں اپنے کسی مخلصانہ قول و فعل کے ذریعے سے خیر سگالی یا اعانت کی پیشکش کرے اُسے وہ خوش دلی سے قبول کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ محتاط بھی ہیں اور قدرتی طور پر سائنس کی طرف زیادہ متوجہ ہیں، کیونکہ اس کی معلومات اُن کے نزدیک حقائق ہیں۔ علوم طبیعی سے اُن کو غایت درجہ شغف ہے۔ یونیورسٹیاں، ہائی اسکول اور حلقہ ہائے مطالعہ طلبہ سے بھرپور رہتے ہیں۔ بہت سے طلبہ اور طالبات کو انتہائی ناسازگار حالات میں تعلیم کے لئے فیس کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ یہ سب علم برائے علم کے قائل نہیں ہیں بلکہ اکثر اس طرح اپنی روحانی تشنگی کے بجھانے کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ سائنس کے قوانین میں انھیں اللہ کی مشیت کام کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ انھیں اس سے تسکین نصیب ہوتی ہے کہ وہ ایسے راستے پر گامزن ہیں جو ان کے خدا تک پہنچتا ہے۔

اسلام اور جرمنی

اسلام کے بارے میں معلومات

لوگوں کو اسلام کے بارے میں بہت ہی کم معلومات ہیں۔ اس صورت حال کے ذمہ دار بعض خود غرض عناصر ہیں۔ اسلام کے بارے میں لوگوں کے بڑے غلط اور گمراہ کن تصورات ہیں جو غلط معلومات، متعصبانہ تحریروں، تقریروں اور بیجا روایتی قیود کا نتیجہ ہیں۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اسلام کو سرے سے ایک الہامی دین ہی نہیں سمجھتے، کیونکہ کلیسا مسلمانوں کو اب تک "بے دین" HEATHENS کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

اشاعتِ اسلام کی تازہ کوششیں

۱۹۴۵ء کے بعد جب مسلمانوں نے اپنا کام دوبارہ شروع کیا اور اسلام کے نظریۂ حیات اور اصولِ سائنس میں کامل تطابق ثابت کرنے کی کوشش کی تو لوگ حیرت زدہ ہو گئے۔ مسلمانوں کی کامیابی نے پوپ کو بھی چونکا دیا اور اس نے، انومبر ۱۹۳۹ء کو، اپنے پیروؤں کو حکم دیا کہ وہ اسلام کی اشاعت کو روکنے کے لئے گڑگڑا کر دعائیں مانگیں۔ لیکن اسلام کی اشاعت نہ رک سکی بلکہ تیزی سے بڑھتی چلی گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم اپنی قوم کی ذہنیت، اس کی الجھنوں، اس کی امنگوں، اور اس کے خدشات کو اچھی طرح جانتے تھے، اُن کے پیچیدہ اسباب و نتائج کا تجزیہ اسلامی نقطۂ نظر سے صرف ایسے ہی افراد کر سکتے تھے جو ان حالات کا شخصی طور پر سالہا سال تک مشاہدہ کرتے رہے ہوں۔ یہ صرف ہمیں ہی معلوم ہو سکتا تھا کہ کس طرح اپنے لوگوں کی روح کی گہرائیوں میں اتر کر ان کی وہ خدمت انجام دی جا سکتی ہے جو ہمارے پروردگار نے ہمارے سپرد کی ہے اور کس طرح انھیں ایک فطری ارتقا کی راہ پر ڈالا جا سکتا ہے۔ اب ہماری بنیاد مستحکم اور سرکاری حیثیت سے تسلیم شدہ ہے۔ اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک ہمارے متعدد مخلص اور ذی اثر احباب ہیں۔ یہاں بہت سے لوگ ہیں جو باقاعدہ مسلمان نہیں ہوئے ہیں، بلکہ کاغذات کے اندر عیسائی ہی درج ہیں، لیکن وہ کسی وقت کے منتظر ہیں کہ پورے طور پر کھل کر میدان میں آجائیں، اُن کے خیال میں خالق و مخلوق کے [illegible] [illegible] ہم ہی انہیں صحیح اور سچی جنس، اسلامی اور سائنٹیفک معلومات دے سکتے ہیں اور ان کے دل و دماغ کی تسکین کا سامان پیدا کر سکتے ہیں۔ جو لوگ پہلے شک اور تردد میں مبتلا تھے ان کا

جب ان حقائق سے سابقہ پڑتا ہے تو وہ ان کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کی دلچسپیاں بڑھتی اور ربط کی خواہش زیادہ ہوتی ہے۔ اس کے بعد محبت، اعتماد، افہام وتفہیم اور آخر کار عملی تعاون کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔

ہمارا کام

ہم اب وسیع پیمانے پر پورے جرمنی کے لئے ایک "مرکزِ اسلامی" کی تشکیل کر رہے ہیں۔ اس کا آغاز نہایت کامیابی کے ساتھ ہو چکا ہے۔ ہم اسلام کے بارے میں معلومات چاہنے والے ہر فرد، جماعت یا تحریک کے سامنے اسلام سے متعلق پوری معلومات بلا کم وکاست پیش کر رہے ہیں، ہر مسلمان جو جرمنی یا باہر سے ہمارے پاس آتا ہے ہم اُسے ہر طرح کی امداد اور مشورہ بہم پہنچاتے ہیں۔ اسی طرح اپنے ملکی اور غیر ملکی مسلمانوں اور اسلام سے دلچسپی رکھنے والے بھائیوں کے لئے ہم تحصیل علم اور سائنس کے مطالعے کا انتظام کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں جرمنی بھر میں دورے، خطابات اور طلبہ واساتذہ سے مذاکرات بھی ہوتے ہیں۔ لٹریچر اور اخلاقی فلموں کا بھی انتظام کر لیا گیا ہے۔ ہمارے ایک مہربان فلم ساز نے متعدد فلمیں سائنس اور علومِ اجتماعی سے متعلق تیار کر کے دی ہیں۔ ان میں قوانینِ طبعی کو کرشمہ ہائے قدرت کے رنگ میں دکھا کر وجودِ باری کے اثبات کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔ یہاں اور باہر کے بعض نیک دل حضرات اس کام میں پورا تعاون کر رہے ہیں۔ غرض ہمارے پیشِ نظر تمام دنیا کے مسلمانوں اور اسلام سے دلچسپی رکھنے والوں کی فلاح وبہبود ہے۔ عالم اسلام کے وقار اور قدر ومنزلت میں اضافے کے لئے جد وجہد کرنا ہمارا خصوصی اور خوشگوار فریضہ ہے۔ ہم بے غرضی، دیانت اور خلوص کے ساتھ صحیح اسلامی افکار وتصورات کی اشاعت اور وکالت کر رہے ہیں۔ ہم اسلامی دنیا کے ہر فرد کی خدمت کے لئے تیار ہیں اور ہم اسلام کی ذہنی اور علمی امامت دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہیں، وہ امامت جس کا ہر سچا مسلمان علمبردار ہے خواہ وہ دنیا کے کسی حصے میں ہو۔

ہمارے کام کی اہمیت

یہ ایک نہایت ہی اہم کام ہے جو یہاں کے اور متعدد مسلمان ملکوں کے اداروں کی مدد سے کیا جا رہا ہے۔ اس سے ان لوگوں کے اندر اسلام سے دلچسپی اور محبت پیدا ہو رہی ہے جو اب تک گمراہ کن معلومات کی بنا پر اسلام اور مسلمانوں سے رو گرداں تھے۔ ہمارے کام کی اہمیت کا احساس یہاں دن بدن بڑھ رہا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اسی سچی اخوت کی بنا پر اقوامِ عالم

ایک دوسرے سے قریب تر آ سکتی ہیں۔ ہم آپ سے اور دیگر اسلامی ممالک کے افراد اور اداروں سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس کام کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے ہماری طرف تعاون و اعانت کا ہاتھ بڑھائیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کو اس کام کی افادیت سے انکار نہ ہوگا۔ اسی میں اللہ کی رضا اور انسان کی فلاح کا راز مضمر ہے۔ میری استدعا آپ سے یہ ہے کہ آپ اپنی شخصیت کے وزن اور اثر کو اس کام کی تقویت کے لئے استعمال کریں جو اسلام کے لئے اس خطۂ زمین میں ہو رہا ہے۔ آپ کے لئے اور آپ کے اسلام پسند ہموطنوں کے لئے بھی اس کام کی اتنی ہی قدر و قیمت ہے جتنی کہ ہمارے لئے ہے۔ آپ اپنے ملک کے باشندوں کو ہمارے کام سے مطلع کریں اور اُن کو توجہ دلائیں کہ وہ ہم سے ربط قائم کریں اور اپنی تجاویز اور مشورے ارسال فرمائیں۔ اگر وہ محض دعائے خیر اور خیر خواہانہ جذبات ہی سے ہمیں سرفراز کریں تو بھی ہماری نگاہ میں اس کی بڑی وقعت ہوگی۔ دوسری طرف ہم بھی آپ کی ہر طرح خدمت کے لئے تیار رہیں۔ آپ کی طرف سے اسلام سے متعلق، آپ کی ذات، جماعت یا آپ کے ملک کے متعلق ہر طرح کی معلومات کا خیر مقدم کیا جائے گا کیونکہ جانبین کے گہرے ربط و ضبط ہی کے ذریعہ سے سچی رفاقت کی بنیاد استوار ہوگی۔ یہاں کے لوگ ان امور میں بہت دلچسپی کا اظہار کر رہے ہیں۔ اگر آپ اپنے رفقاء کی توجہ اس طرف مبذول کرائیں تو اس سے ہمیں بہت خوشی ہوگی۔

آپ کی ہمدردی کی ضرورت و اہمیت

اگر آپ اور آپ کے احباب اپنے ذاتی خطوط میں چند کلمات خیر سے ہی ہمیں خطاب فرمائیں تو ہم اس کی تہِ دل سے قدر کریں گے۔ ہمارے ہمدردوں کے اضافے سے ہمارے یہاں کے کام کے وقار اور تاثیر میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جب یہاں کے لوگوں کو معلوم ہوتا ہے کہ باہر کے مسلمان بھائی دل و جان سے ہمارے کام میں دلچسپی لے رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ بے تاب دلوں کو اسلام کی روحانی غذا نصیب ہو تو یہاں اسلام کے ظہور اور غلبے کے امکانات زیادہ نمایاں ہونے لگتے ہیں۔ پھر ہماری یہاں کی کامیابی کا پرتو آپ کے وہاں کے کام پر بھی انشاء اللہ ضرور پڑے گا اور آخر کار اس کا فائدہ پوری اسلامی دنیا کو پہنچے گا۔ غرض میں آپ کی دعاؤں کا محتاج ہوں اور معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں کون لوگ ہماری اس بے لوث خدمت سے دلچسپی اور محبت رکھتے ہیں۔ میں اسلام کی راہ میں زیادہ سے زیادہ لوگوں سے رشتۂ الفت قائم کرنا چاہتا ہوں اور میری یہ الفت اتنی وسیع ہوگی جتنی وسیع خود کائنات ہے۔

خالق کائنات اور قادر مطلق کے لئے کامل سمع وطاعت کا رویہ رکھتے ہوئے ہی ہم اپنی شخصیتوں کی تکمیل کر سکتے ہیں۔

اگر آپ کے اور ہمارے درمیان یہ جذبۂ رفاقت قائم رہے بلکہ آخری ممکنہ حد تک نشوونما پاتا رہے تو میں اسے آپ کی عنایت شمار کروں گا۔ اگر آپ مجھے اپنے ساتھ رابطہ رکھنے اور اپنے کام کے رفتار کی وقتاً فوقتاً رپورٹ بھیجنے کی اجازت دیں، تو یہ امر میرے لئے موجب مسرت ہو گا۔ ہم اپنے کام میں اپنی زندگی اور اس کے وسائل کو پوری خوشی اور نفس کی آمادگی کے ساتھ لگا رہے ہیں کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ خود اللہ کا فضل و کرم ہمارے شاملِ حال ہے اور سمع و طاعت کا جذبہ جب تک ہمارے اندر کام کرتا رہے گا ہمارے لئے کامیابی ہی کامیابی ہے۔ اللہ نے چاہا تو یہ جذبہ مرتے دم تک کارفرما رہے۔

عبدالرحمان روسلر

FRANZ ERICH ABDURRAHMAN ROSELER TREMSBUTTLERWE 57

BARGTEHEIDE I. HOLST. BRITISH ZONE (GERMANY.)

(بقیہ صفحہ ۱۳۶) تنقید کرنے میں جو آزادی برتی، اُسی آزادیٔ تنقید کو اپنی جماعت میں بھی برقرار رکھا تاکہ جماعت کے اندر جہاں جو خرابی بھی موجود ہو، اس کی بروقت نشاندہی ہو جائے اور اسے دور کرنے کی کوشش کی جا سکے۔ جماعت کے ہر شخص کو محض تنقید کا حق ہی حاصل نہیں ہے بلکہ یہ اس کا فرض ہے کہ کسی خرابی کو محسوس کر کے خاموش نہ رہ جائے۔ یہ بات ہر رکن جماعت کے اجتماعی فرائض میں داخل ہے کہ اپنے ساتھی ارکان کی ذات میں، یا ان کے جماعتی کردار میں، یا اپنی جماعت کے نظم میں، یا جماعت کے لیڈروں میں اگر وہ کوئی نقص پائے تو اسے بے تکلف بیان کرے اور اصلاح کی دعوت دے۔ اسی طرح جن لوگوں پر تنقید کی جائے ان کو بھی اس بات کا عادی بنایا گیا ہے کہ وہ نہ صرف تنقید کو برداشت کریں بلکہ ٹھنڈے دل سے اس پر غور کریں، اور جس نقص کی نشاندہی کی گئی ہے وہ اگر واقعی موجود ہو تو اسے دور کرنے کی طرف توجہ کریں ورنہ تنقید کرنے والے کی غلط فہمی رفع کر دیں۔ اس معاملہ میں تنقید کے جائز حدود اور معقول طریقے نہ معلوم ہونے کی وجہ سے بسا اوقات غلطیاں بھی ہوئی ہیں اور ان کا کچھ نہ کچھ نقصان بھی ہمیں اٹھانا پڑا ہے، لیکن اس کے باوجود ہم نے کبھی جماعت میں روحِ تنقید کو خوابیدہ ہونے نہ دیا، اور اسی کا یہ فائدہ ہے کہ جماعت کا ہر فرد پوری جماعت کی تربیت اور تکمیل میں مدد دے رہا ہے اور اپنی تکمیل و تربیت میں اس سے مدد پا رہا ہے۔